Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:9 (1976)

نبی آخر الزّماںؐ

محنت کشوں کے والی

جی اے حق محمد

وقت کسی عظیم شخصیت کا انتظار کر رہا تھا۔ زمین اپنے سینے پر ایک محسنِ انسانیت کے قدموں کی چاپ سننے کے لئے بے قرار تھی۔ آسمان ایک بندۂ حق پر رحمتوں کی برسات کرنے کے لئے مضطرب تھا۔ مصر اور ہندوستان، بابل اور نینوا، یونان اور چین کی تہذیبیں اپنی شمعیں گُل کر چکی تھیں۔ روم اور فارس اگرچہ تمدّنی عظمت کا پرچم بلند رکھنے کے دعویدار تھے مگر ان کے شیش محلوں میں بدترین مظالم کا دور دورہ تھا۔ کراہتی سسکتی زندگی کے زخموں سے تعفّن اُٹھ رہا تھا۔ عرب کے ریگزاروں میں قبائلی عصبیّت نے حیاتِ انسانی کا گلا گھونٹ رکھا تھا۔ انسان صراطِ مستقیم سے بھٹک کر افراط و تفریط کا شکار ہو چکا تھا۔ کہیں وہ خدائی کا دعویدار تھا تو کہیں پتھروں اور درختوں کے سامنے سجدہ ریز تھا۔ ان حالات میں ہادیٔ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ وہ انسانِ کامل آ گیا حیاتِ انسانی جس کے لئے بے تاب تھی۔ وہ انسانِ کامل یہ مقصدِ عظیم لے کر آیا لیقوم النّاس بالقسط یعنی دنیا سے انسانیت کو امن و انصاف کا گہوارہ بنا دے۔ انسانی معاشرہ کو ظلم و فساد سے پاک کر دے۔ یہ عظیم انسان غریبوں میں پیدا ہوا، غریبی میں پرورش پائی اور عمر بھر غریبوں اور محنت کشوں کی دستگیری کرتا رہا۔ پیغمبرِ اسلام نے آنکھ کھولی تو شفقتِ پدری کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا۔ دو تین روز والدہ ماجدہ کا دودھ پینے کے بعد ثوبیہؓ بی بی[1] کے سپرد کر دیئے گئے جو ابولہب کی لونڈی تھی۔ ثوبیہؓ کے بعد دودھ پلانے کے لئے حضرت حلیمہؓ کے حوالے کر دیئے گئے۔ یہ بھی ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپؐ کئی برس تک اسی غریبی کے ماحول میں پرورش پاتے رہے۔ حضرت حلیمہؓ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ ایک دفعہ آپؐ نے اپنی چادر جس کو مسلمان سر پر رکھنے اور آنکھوں

---

[1] سیرت النبی شبلی بحوالہ بخاری

سے لگانے میں سعادت سمجھتے تھے حضرت حلیمہؓ کے لئے فرش پر بچھا دی تاکہ وہ اس پر بیٹھیں[1]۔ حالی اپنی مسدس میں کہتے ہیں:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا   مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا   وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

چھ برس کی عمر میں وہ اپنی والدہ ماجدہ کے ہاں واپس آئے اور ان کی والدہ انہیں ان کے ننہیال والوں سے ملانے اور انہیں ان کے والدِ گرامی کی قبر کی زیارت کرانے کے لئے مدینے گئیں۔ مدینہ سے واپسی پر راستے میں اہوانہ کے مقام پر (سر سید احمد خاں نے اس مقام کا نام اہوانہ لکھا ہے مگر شبلی نے اس کا نام ابواء لکھا ہے) آپؐ کی والدہ بھی وفات پا گئیں۔ والد پہلے نہیں تھے والدہ اب چل بسیں۔ سفر کی حالت بچپن کا زمانہ غربت ہی غربت کا منظر تھا۔ آپؐ مکّہ واپس آئے تو آپؐ کے جدِ امجد عبدالمطلب نے آپؐ کو سینے سے چمٹا لیا اور آخر دم تک آپؐ کو خود سے جدا نہ کیا۔ آپؐ کی عمر صرف آٹھ برس کی تھی کہ آپؐ کے دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔ وہ مرنے کے وقت آپؐ کو آپؐ کے چچا ابو طالب کے سپرد کر گئے ننھی سی جان اور پے در پے جانکاہ حادثات۔ یہ اسی محنت کشوں کے ہمدرد کا گروہ تھا کہ مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے مگر زبان سے اُف تک نہ نکلا۔ ہر مشکل کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ آپؐ دس برس کے بچے تھے کہ محنت کشوں کے دوسرے بچوں کے ساتھ بکریاں چراتے تھے اور کسبِ معاش کا بوجھ اٹھانے میں اپنے چچا ابو طالب کا ہاتھ بٹاتے تھے زندگی میں سادگی اور محنت کشی کا عنصر ہمیشہ غالب رہا۔ ابو طالب تجارت کے سفر کو تیار ہوئے تو آپؐ بھی ضد کرنے لگے کہ سفر کی اس محنت میں بھی وہ ان کے شریک ہوں گے مجبوراً ابو طالب آپؐ کو ساتھ لے گئے۔ مارگوشں نے ایک عجیب غلط بات کہی ہے کہ حضرت عبدالمطلب آپؐ کو اپنی خدمت کے لئے اپنے ساتھ رکھتے تھے اور دلیل میں حضرت حمزہ کا ایک قول نقل کیا ہے جبکہ اسی انگریز مصنّف نے تسلیم کیا ہے کہ وہ قول حضرت حمزہ کی زبان سے نشہ کی حالت

---

[1] خطباتِ احمدیہ خطبہ بارھواں از سر سیّد احمد خاں۔

میں نکلا تھا کیونکہ وہ اس وقت شراب پئے ہوئے تھے۔ اب ہر ذی ہوش اندازہ کر سکتا ہے کہ نشہ میں کہی ہوئی بات کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ عبدالمطلب قلبی محبت کی وجہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اپنے دادا کی خدمت خود اپنی خوشی سے کرتے تھے۔ اسی طرح کوتاہ بینی یا بدخواہی کی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ ابوطالب جبراً آنحضرتؐ سے بکریاں چرانے کی خدمت لیتے تھے۔ یہ بات سراسر غلط ہے محنت اور مشقت آنحضرتؐ کی پاک فطرت میں سمو دی گئی تھی اور یہ چیز عرب معاشرے میں معیوب بھی نہ تھی۔ شرفاء کے بچے بکریاں چرایا کرتے تھے۔

آپؐ کی عمر بیس برس کی تھی، ابھی نوجوانی کا عالم تھا مگر آپؐ کا قلب اور دماغ تدبّر اور حکمت سے معمور تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عرب سردار جب اور جس کا چاہتے مال ہتھیا لیتے تھے۔ باز پرس کرنے والا کوئی نہ تھا چنانچہ قبیلہ زبید کے ایک یمنی شخص نے مکّہ کے ایک مالدار شخص عاصی بن وائل سہمی کے ہاتھ کچھ مال بیچا مگر عاصی بن وائل اس کی قیمت دینے کے لئے تیار نہ ہوا اور ٹال مٹول کرتا رہا۔ اس مسافر نے سرکردہ لوگوں سے رجوع کیا۔ مگر عاصی بن وائل کے سامنے کسی کا بس نہ چلا۔ اس یمنی مسافر نے جبل ابوقیس پر چڑھ کر بلند آواز سے یہ شعر پڑھا:

ے یا آلَ فِهرٍ لِمظلومٍ بِضاعتُهُ ‏ ‏ ‏ ببطنِ مکّۃَ نائی الدارِ والنفرِ

یعنی اے فہد بن مالک کی اولاد (قریش!) اپنے وطن اور اپنے آدمیوں سے دور پڑے ہوئے مسافر کی فریاد کو پہنچو جس پر حرمِ مکہ کے اندر اس کے مال کے متعلق ظلم ہوا ہے۔ اس پر شرفائے قریش جمع ہوئے، ان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے اور اس مسافر کو رقم دلائی۔ پھر ایک معاہدہ طے پایا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکّہ میں نہ رہے گا۔ مظلوموں کے حامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاف کے لئے پہلا قدم اُٹھایا اور اعلانِ نبوّت سے قبل ہی مظلوموں اور محنت کشوں کی آواز پر لبیک کہا۔ اس طرح یسعیاہ نبی کی وہ بشارت پوری ہونے لگی جو اُس نے آنحضرتؐ کے بارے میں دی تھی کہ "وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے"[1]۔ مظلوموں اور غریبوں کے

---

[1] بائبل کتاب یسعیاہ باب ۴۲۔ آیت ۳۔

اس روای نے دنیا کے سامنے ایسا نظام پیش کیا جس کی بدولت دُنیا امن کا گہوارہ بن گئی۔ آپ نے ہمیشہ محتاجوں سے پیار کیا اور فرمایا: المساکین لی یعنی مساکین میرے ہیں۔ آپ نے جب دعوتِ اسلام کا آغاز کیا تو سب سے پہلے غریب لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا۔ حضرت بلالؓ جو غلام تھے اوّلین اسلام لانے والوں میں سے تھے اور انہوں نے تاریخ میں وہ مقام پایا کہ ان کا نام آتے ہی سَر ارادت سے جُھک جاتا ہے۔ آپؐ نے معاشرے میں پھیلی ہوئی معاشی بدحالی کو دُور کرنے میں پوری قوت صرف کر دی۔ آپؐ نے فرمایا مزدور کی اُجرت اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دی جائے۔ آپؐ نے اس شخص پر لعنت فرمائی جو کسی مزدور سے کام لیتا ہے اور پھر اس کی محنت کا معاوضہ نہیں دیتا۔

اُس دَور میں غلامی کا عام رواج تھا آپؐ نے ایسا نظام مرتب فرمایا جس سے آہستہ آہستہ غلامی کا خاتمہ ہو اور یہ برائی انسانی ذہن سے یکسر محو ہو جائے۔ مختلف گناہوں کے ارتکاب پر یہ کفارہ مقرر کیا کہ غلام آزاد کیا جائے اور فرمایا غلاموں کو اپنے ہی گھر کا فرد سمجھو، انہیں وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور انہیں وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ دولت مند لوگ غریبوں سے دُگنی محنت لیتے تھے۔ محتاج محنت کش لوگ معاشی محکومی کی وجہ سے دُگنی محنت کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کسی کو وہ کام کرنے کا حکم نہ دو جو تم خود نہیں کر سکتے۔ آپؐ نے فرمایا محنت کشوں پر ظلم کرنے سے باز رہو۔ کیونکہ ممکن ہے آج جو غریب مزدور ہے کل خدا اُس کو مالک بنا دے اور تم کو جو آج جائدادوں کے مالک ہو کل غریب مزدور کی صورت میں بدل دے۔ آپؐ نے غریب محنت کشوں کو ہدایت کی کہ محنت سے جی نہ چرائیں، کوئی غلط راہ اختیار کرنے کی بجائے اپنی محنت سے رزق پیدا کریں۔ آپؐ نے فرمایا مومن کی شناخت یہ ہے کہ مرتے وقت بھی اس کی پیشانی محنت کے پسینے سے تر ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ ایک انصاری آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خیرات (بھیک) کے لئے ہاتھ پھیلائے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اُس نے کہا جی ہاں ایک چادر ہے جو میں کچھ اوپر لپیٹتا ہوں اور کچھ نیچے بچھاتا ہوں اور دوسرا ایک پیالہ جس میں پانی پیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا وہ لے آؤ۔ جب وہ لے آیا تو آنحضرتؐ نے اس کا نیلام کیا۔ دو درہم پہ بولی ختم ہوئی۔ آپؐ نے اس انصاری کو دو درہم دیئے اور کہا ایک درہم کا کھانا لے کر گھر دو اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی لاؤ۔ وہ کلہاڑی لایا تو آپؐ نے خود اپنے ہاتھ سے اس میں دستہ ڈالا اور کلہاڑی اُس کو پکڑاتے ہوئے کہا، جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچو اور میں پندرہ دنوں تک تجھ کو

نہ دیکھوں۔ آپؐ کسی کا بیکار بیٹھنا پسند نہ کرتے تھے بلکہ ہر شخص کو کسبِ معاش میں مشغول رہنے کا حکم دیتے تھے۔ کیونکہ یہ بھی اللہ کی عبادت ہے۔ وہ شخص چلا گیا اور جب پندرہ دنوں بعد پھر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو اس کے پاس ضرورت سے بچے ہوئے دس درہم تھے اور وہ بہت خوش حال تھا۔ آپؐ نے اس کو فرمایا کہ، یہ (کسب حلال اور محنت) اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن بھیک تیرے چہرے پر بدنما داغ بن کر نظر آئے[1]

آپؐ نے خود ہمیشہ غریبی کی زندگی بسر کی تاکہ رہتی دنیا تک غریب لوگ مثال بنا کر اپنے اندر مشکلات برداشت کرنے اور محنت سے ان مشکلات پر قابو پانے کی ہمت پیدا کریں۔ غزوۂ خندق کے موقع پر ایک صحابیؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ میرا بھوک سے یہ حال ہے کہ پیٹ پر پتھر باندھے پھر رہا ہوں۔ اس غریبوں کے مولیٰ نے اپنے شکمِ مبارک سے کپڑا اُٹھایا تو وہاں دو پتھر بندھے ہوئے تھے لیکن آپؐ کے چہرے پر زندگی سے بیزاری یا محنت سے فرار کے کوئی آثار نہ تھے۔ آپؐ شکمِ مبارک پر دو پتھر باندھے خندق کھودنے میں دیگر محنت کش صحابہؓ کے ساتھ پوری طرح شریک تھے۔ اگرچہ صحابہؓ اصرار کرتے تھے کہ آپؐ ایک جگہ آرام سے بیٹھ جائیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو دُنیا کے لئے بہترین نمونہ بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپؐ کس طرح محنت اور مشقت سے باز رہتے۔

جب آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ہر بڑا چھوٹا تمنا کرتا تھا کہ آپؐ اس کے ہاں قیام کریں۔ آپؐ نے فرمایا میری اونٹنی جہاں رُکے گی وہیں قیام کروں گا۔ اس کو نہ روکو کیونکہ اس کو خدا کا حکم مل چکا ہے یتیموں کے والی پر ہزار جان سے قربان کہ ان کی اونٹنی دو یتیم بھائی سہل اور سہیل کی ویران پڑی ہوئی زمین پر جا رکی۔ اور یہ زمین صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید لی۔ آج وہاں مسجدِ نبویؐ کی عالی شان عمارت کھڑی ہے اور اس زمین پر بڑے بڑے ولی، غوث اور قطب سر بسجود ہونا فخر سمجھتے ہیں۔

آپؐ کی اپنی معاشی زندگی کس طرح تھی اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ

---

[1] سنن ابنِ ماجہ کتاب التجارات باب بیع المزایدہ۔

فرماتی ہیں ایک روز حضور میرے پاس تشریف لائے تو چہرۂ مبارک پر تکلیف کے آثار تھے مجھے شبہ ہوا کہیں آپؐ کو تکلیف تو نہیں میں نے عرض کی آپؐ کا چہرہ کیوں اُترا ہوا ہے تو آپؐ نے فرمایا کل شام ہمارے پاس وہ سات دینار آئے تھے تاہم انہیں کہیں خرچ نہیں کر سکے۔ آپؐ اس بات سے بہت ڈرتے تھے کہ آپؐ کے پاس کچھ مال ہو اور آپؐ کو اس دنیا سے رحلت کا پیغام مل جائے یعنی وہ مال اس کے حقداروں تک نہ پہنچا سکیں۔ چنانچہ حضرت بلالؓ کا کہنا ہے کہ حضورؐ کے پاس چار اونٹنیاں سامان سے لدی ہوئی آئیں تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا یہ اونٹنیاں اور سامان لے لو جو فدک کے رئیس نے مجھے بھیجا ہے۔ ان سے اپنا قرضہ ادا کرو۔ بلالؓ کہتے ہیں میں نے ان سے سارا قرض چکا دیا اور مسجد میں واپس آیا تو حضورؐ مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا تو آپؐ نے پوچھا کچھ بچا تو نہیں۔ میں نے عرض کی ہاں کچھ بچ گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا دیکھو مجھے اس سے جلد نجات دلا دو۔ عشاء کی نماز کے بعد پھر بلایا اور پوچھا سامان کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کی میرے پاس ہے کوئی حاجتمند نہیں آیا۔ چنانچہ آپؐ مسجد ہی میں سو گئے حتیٰ کہ اگلے دن عشاء کی نماز کے بعد پھر بلایا اور سامان کا دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کی خدا نے آپؐ کو اس سے راحت دے دی یعنی وہ سامان حقداروں تک پہنچ گیا ہے اس پر آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور خدا کا شکر کرنے کے بعد گھر تشریف لے گئے۔

حضرت زید بن حارث ایک آزاد عیسائی خاندان کے فرد تھے۔ مگر کسی لڑائی میں قید ہو کر فروخت کر دیئے گئے۔ حکیم بن خزاعہ انہیں خرید کر لائے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو دے دیا۔ حضرت خدیجہؓ نے یہ غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی نذر کر دیا۔ زید کے والد حارث اور چچا کعب کو پتہ چلا کہ زید مکہ میں ایک شخص کا غلام ہے تو وہ دونوں مکہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں زید کو آزاد کر دینے کی درخواست کی۔ آپؐ نے زید کو بلا کر پوچھا کیا تم ان دونوں کو پہچانتے ہو۔ انہوں نے عرض کی جی ہاں حضور! یہ میرے والد اور میرے چچا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ تم کو لینے آئے ہیں اور میری طرف سے تم کو اجازت ہے چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ مگر زیدؓ نے آنحضرت کو چھوڑ کر جانے سے انکار کر دیا۔ ان کے والد خفا ہوئے اور زید سے کہا کیا تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو۔ زیدؓ نے

کہا ہاں میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ بات دیکھی ہے کہ میں اپنے باپ اور تمام خدائی کو بھی ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔[1] آنحضرتؐ نے ہر وہ بات جس کا دوسروں کو حکم دیا پہلے انتہائی بہتر طور سے خود اس بات پر عمل کر کے دکھلایا تاکہ آئندہ چل کر کبھی بھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ تو صرف کہنے کی بات ہے۔ آپؐ نے نہ صرف یہ کہ زیدؓ کو آزاد کر دیا بلکہ ایک وقت ایسا آیا کہ آپؐ نے زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ کو اسلامی لشکر کا سالار مقرر فرمایا اور عرب کے کئی شرفاء ان کی کمان میں رہے آنحضرتؐ نے کبھی امیر و فقیر میں امتیاز روا نہ رکھا۔ سردارانِ قریش نے آپؐ سے کہا کہ آپؐ ہمارے لئے الگ نشست بنائیں اور فقراء کے لئے[2] الگ۔ مگر "الفقر فخری" کہنے والے نے اس کو پسند نہ فرمایا۔ آپؐ نے مالداروں کو ہدایت کی کہ اپنی قوم کے غریب محنت کش لوگوں پر سے ان کا معاشی بوجھ ہلکا کریں۔ ابو قتادہ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا جو اللہ کی طرف سے نجات چاہتا ہو اس کو چاہیئے تنگدست کا بوجھ ہلکا کرے یا اس سے سارا بوجھ اُتار دے۔ دوسری روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا "جو شخص تنگدست کو مہلت دیتا ہے یا اس کا سارا بوجھ اس سے لے لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایۂ رحمت میں لے لیتا ہے[3]"۔ یہ حقیقت ہے کہ معاشی بدحالی چاہے وہ محدود طبقے میں ہو پورے معاشرہ کو فساد میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی لئے آپؐ کا فرمان ہے کہ "کاد الفقر ان یکون کفراً" یعنی معاشی بدحالی کفر تک لے جاتی ہے۔ آپؐ نے اپنے حکیمانہ طرزِ عمل سے اس کا علاج فرمایا اور ہدایت کی اگر کوئی تنگدست قرضہ لے اور وقت متعینہ پہ واپس نہ کر سکے تو اس کو مزید مہلت دو، نہ یہ کہ سود در سود کے ذریعہ اس کو اتنا مجبور کر دو کہ وہ جرائم پیشہ بن جائے، بلکہ بہتر یہی ہے اس کا سارا قرضہ معاف کر دو یا اس کی طرف سے قرضہ ادا کر دو، اگر ایسا نہ کیا جائے تو وہ مجبور و بے کس بندے معصیت کی راہ اختیار کرتے ہیں، چوری ڈاکہ اور قتل و غارت کو فروغ ملتا ہے اور خدا کا قہر جب ٹوٹتا ہے تو اس میں یہ امیر بھی جکڑے جاتے ہیں، اس لئے بہتر ہے پہلے ہی ان محنت کش غریب

---

[1] تاریخِ اسلام از نجیب اکبر آبادی۔

[2] محمد رسول اللہ از شیخ محمد رضا صفحہ ۳۷۷۔

[3] مشکوٰۃ باب الاخلاص والانظار۔

لوگوں کا بوجھ ہلکا کرکے ان کی معاشی بدحالی کو ختم کر دیا جائے۔

غلاموں کے اس مولیٰ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی دُنیا کو یہی ہدایت کی کہ غلاموں اور زیردستوں کا خیال رکھو۔ آپؐ کا آخری وقت تھا۔ آپؐ نے فرمایا الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ یعنی نماز کو نہ بھولنا اور اپنے زیردستوں کے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہ کرنا۔ علماء اگرچہ "وما ملکت ایمانکم" سے غلام ہی مراد لیتے ہیں، مگر یہ جملہ اپنے وسیع مفہوم کو دامن میں لئے ہوئے ہے۔ اسی لئے اس کا ترجمہ زیردست ہی بہتر ہے۔ دفاتر میں ہر چھوٹا بڑے کا زیردست ہے۔ کارخانوں میں مزدور مالک کا زیردست ہے۔ زمینوں میں مزارع زمیندار کا زیردست ہے۔ گھر میں بیوی شوہر کی زیردست ہے۔ بچے ماں کے زیردست ہیں۔ گویا ہر شخص کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے زیردست کے حقوق کا خیال رکھے۔ تاکہ معاشرہ پاک صاف اور خوشحال رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم انسانی معاشرہ کو ظلم و فساد سے پاک کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپؐ نے پوری زندگی اس طرح گزاری کہ ہر گوشے کے لئے آپؐ کی زندگی بہترین نمونہ بن گئی۔ جب بھی کوئی اس کی اتباع کرے گا دُنیا و آخرت میں فلاح پائے گا۔

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است